ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.1(2024)
(January to March)

ڈاکٹر تبسم کاشمیری کے تحقیقی نظریات

Urdu Research Theories of Dr. Tabassum Kashmiri

ڈاکٹر طاہرہ صدیقہ

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، کنئیرڈ کالج فار ویمن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد نوید

صدرِ شعبہ اُردو، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت بلتستان

Dr. Tahira Siddiqa

Assistant Professor, Department of Urdu,Kinnaird College for Women University, Lahore

Dr. Muhammad Naveed

Head of Urdu Department, Karakoram International University, GilgitBaltistan

Abstract:

Dr. Tabssum Kashmiri is a reliable reference in Urdu research. In order to retrieve the facts, he rejected traditionalism and used other sciences and applied modern research principles. Principles of Literary Research was the first book in Pakistan which was written in the light of the principles of modern western research. Tabsum Kashmiri, disagreeing with the eminent researchers of his time, emphasized the implementation of new research principles. Along with this, giving special attention to reference writing, its rules and regulations have been clarified so that the new researchers can be awakened to the correct research consciousness.Apart from this, Tabassum Kashmiri does not limit himself to repeating the concepts and ideas of the senior researchers, but wherever necessary, he disagrees with their ancient ideas with the light of arguments and proofs and also derives his own ideas or concepts.

Keywords: : dr.Tabssum Kashmiri, Urdu research, Literary Research, implementation, research consciousness, arguments, concepts.

ڈاکٹر تبسم کاشمیری ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں کہ وہ بیک وقت نقاد، محقق، ناول نگار، ادبی تاریخ نویس اور شاعر ہیں۔ ان کی اوّلین شناخت شاعر کی حیثیت سے نئی لسانی تشکیلات کے زمانہ میں ہوئی جب جدیدیت کی بحثیں عروج پر تھیں۔ جب اُن کا اولین شعری مجموعہ تمثال ۱۹۷۵ء میں منظر عام پر آیا تو اس نے چونکا کر رکھ دیا کیونکہ تبسم کاشمیری نے بے حد عمدگی اور سلیقے سے اُس وقت کے فیشنی نعروں سے ہٹ کر اپنا تخلیقی اظہار کرنے کو ترجیح دی تھی۔ اسی زمانہ میں اُن کی تحقیق کے حوالے سے ایک کتاب ادبی تحقیق کے اصول ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی، جسے پاکستان میں اُردو تحقیق کی اولین بنیادی کتاب تصور کیا جاتا ہے۔

ادبی تحقیق کے اصول کتاب ایک خاص منصوبے کے تحت یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے تعاون سے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کا بیشتر حصہ ۱۹۷۶-۷۷ء کے دوران میں ملک کے مختلف علمی جرائد میں شائع ہو چکا تھا۔ جب کتاب کی اشاعت کا وقت آیا تو تبسم کاشمیری اوساکا یونیورسٹی آف فارن سٹڈیز میں اُردو زبان و ادب کی تدریس کی خاطر لاہور سے رخصت ہو رہے تھے۔ یہ ۱۹۸۱ء کے ربع آخر کا

وقت تھا۔ اس کے بعد اُنھوں نے اس اشاعتی مسودے میں ترمیم کی اور یوں اس مسودے میں نئے مواد کا اضافہ بھی ہوتا رہا۔ ۱۹۹۱ء میں تبسم کاشمیری نے ڈاکٹر جمیل جالبی کو اسلام آباد یہ مسودہ پیش کیا اور ۱۹۹۲ء میں یہ مسودہ کتابی شکل میں مقتدرہ، اسلام آباد نے شائع کیا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد تبسم کاشمیری کو کچھ اشاعتی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک تو اسے بہت باریک فونٹ میں طبع کیا گیا تھا، کتاب میں چار مختلف اقسام کے کاغذ استعمال ہوئے تھے اس کے علاوہ حواشی میں جو مسائل تھے، ان کی بابت مؤلف سے دریافت نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ اضافوں کے ساتھ تبسم کاشمیری نے اس کتاب کو دوبارہ صریر پبلی کیشنز، لاہور سے سال ۲۰۲۰ء میں طبع کروایا۔

ادبی تحقیق کے اُصول پاکستان میں اوّلین کتاب تھی جسے جدید مغربی تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں تحریر کیا گیا تھا۔ اُس دور میں تبسم کاشمیری نے محسوس کیا کہ قاضی عبدالودود، گیان چند جین، امتیاز علی عرشی، فرمان فتح پوری اور رشید حسن خاں جس تحقیقی نظام کے نمائندے ہیں اور اُس نظام کے جن پہلوؤں کو وہ سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، وہ حقائق کی تحقیق ہے۔ اگرچہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تحقیق کی ابتدا ہی حقائق کی تلاش و بازیافت سے ہوتی ہے مگر تبسم کاشمیری نے ان بزرگ محققین سے اس امر پر اختلاف کیا کہ اُنھوں نے تحقیق کو محض حقائق کی بازیافت تک محدود کر کے تحقیق کو ازبس محدود کر دیا ہے، جس سے اُردو تحقیق جدید مغربی تحقیق کے مقابلے میں ناتمام و نامکمل دکھائی دیتی ہے۔ اس ضمن میں تبسم کاشمیری کا مقالہ "رشید حسن خاں اور تحقیق کا کلٹ "(Cult) اس صورتحال کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ تبسم کاشمیری اس حوالے سے خود اپنی اس کتاب کے دیباچے میں تحریر کرتے ہیں:

> " ادبی تحقیق کے اصولمیں، میں نے جس بات پر زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ 'حقائق' کی تحقیق، تحقیق کی پہلی منزل ہے۔ یہ حرفِ آخر نہیں ہے۔ مغرب میں کوئی دانشگاہ اس نوعیت کے تحقیقی مقالے نہیں لکھواتی ہے۔ لہٰذا ضروری بات تو یہ ہے کہ حقائق کی تلاش اور اس کے بعد تحقیقی مراحل سے گزر کر اپنی تحقیق کے نتیجہ میں کوئی وژن قائم کیا جائے۔ کوئی بصیرت افروز نقطۂ نظر پیش کیا جائے۔ گویا تحقیق "حقائق" کی تلاش کا نام نہیں، تحقیق ایک پورے Process کا نام ہے اور اس پر اسیس سے گزرے بغیر تحقیق ادھوری رہ جاتی ہے۔ یہ تو ضابطہ کی بات ہے اور اسے اختیار کرنا محقق کی صوابدید پر ہے(۱)

۲۰۱۸ء میں تبسم کاشمیری نے تحقیق پر دو کتب مرتب کی تھیں۔ اُردو تحقیق اور محققین کی بہتر تفہیم کی غرض سے ان دو کُتب عملی تحقیق اور اُردو کے نامور محققین کا مُطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ ۳۰۴ صفحات کی اس کتاب میں تبسم کاشمیری نے مختلف تحقیقی مسائل و موضوعات کو بیان کیا ہے۔ اُنھوں نے بعض ایسے موضوعات کو بھی اس کتاب میں متعارف کرایا ہے جو کلاسیکی محققین کے لیے قابل توجہ نہ تھے اور نہ ہی وہ محققین ان موضوعات کو تحقیق کا حصہ سمجھتے تھے۔ اس کتاب میں مفروضہ(Hypothesis) کیا ہے؟، مطالعۂ احوال(Case Study) انٹرویو / مصاحبہ اور حوالہ نگاری کے فن پر پہلی بار بحث کی گئی ہے۔ دستاویزی / تاریخی تحقیق، علمی اعتبار سے تحقیق کا منبع ہے، اس طریقِ تحقیق پر بھی تبسم کاشمیری نے پہلی بار ایک مفصّل تعارفی مقالہ تحریر کیا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

> تحقیق اپنے موضوع کے حوالے سے جس معیار اور اسلوب کا تقاضا کرتی ہے وہ دونوں پہلو ان کے ہاں موجود ہیں۔ اُن کے شاعرانہ اسلوب نے تحقیق کے ادق موضوع میں جو روانی پیدا کی ہے اُس نے قاری اور طلبا دونوں کے لیے سہولت پیدا کی ہے۔ تحقیق میں معیار بندی اولین ترجیح ہے جس کا ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے بہت خیال رکھا ہے۔ یہ کتاب تحقیق کے فن کے مراحل و مراتب کے حوالے سے بہت عمدہ مواد کی حامل ہے۔ تحقیق کے فن سے دلچسپی رکھنے والوں خصوصاً جامعاتی طلبا کے لیے اس کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ کم سے کم صفحات: میں اتنا جامع مواد شاید ہی کسی دوسری کتاب و تحقیق کے ضمن میں نہ صرف اولین کتابوں میں شمار ہوتی ہے بلکہ اب تک سامنے آنے والے مواد میں بھی اب میں موجود ہو۔ یہ یہ کتاب اردو اپنے معیار کے حوالے سے منفرد حیثیت رکھتی ہے۔(۲)

اس کتاب کے اولین مضمون موضوع بہ ''جدید اُردو تحقیق۔۔۔ افکار و مسائل''میں تبسم کاشمیری نے جدید تحقیق کی روایت مختصراً بیان کرتے ہوئے جدید تحقیق کے چند اہم نکات کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے، جن کا تعلق جدید تحقیق کے اُن مسائل سے ہے جنھیں نوجوان محققین کی نسل نے اپنے تجربات کے حوالے سے محسوس کیا ہے۔ اس ضمن میں تبسم کاشمیری کا کہنا ہے کہ ایک تو معیارِ تحقیق کو بلند کرنے کی غرض سے اُردو میں بنیادی اشاریہ سازی کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ شخصیات پر تو کچھ نہ کچھ مواد موجود ہے مگر قدیم ادب کے حوالے سے موضوعاتی اشاریے بہت کم ہیں یہاں تک کہ جدید ادب پر بھی اس نوعیت کے اشاریے نہیں ملتے۔ اس سے ایک طرف تو ادب اور تحقیق میں اضافے ہوں گے دوسرا محققین کا مواد کی تلاش میں قیمتی وقت ضائع ہونے سے بچ سکے گا۔ تبسم کاشمیری معیار تحقیق کی پستی کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ بات حد درجہ افسوس ناک ہے کہ پی ایچ۔ڈی کے لیے کام کرنے والے طلبہ تحقیق کی مبادیات سے بہت کم واقف ہوتے ہیں۔ نہ وہ راہنما اصولوں کو جانتے ہیں اور نہ ہی خاکہ بنانے اور کتابیات مرتب کرنے کے فن سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ہمارے بیش تر نئے پرانے محققین محض تجربے کی اٹکل سے عمر بھر کام کرتے رہتے ہیں لیکن تحقیق کے سائنٹیفک اصولوں سے وہ ناواقف رہتے ہیں۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اُردو کے بیش تر محققین یہ نہیں بتا سکتے کہ وہ کن اصولوں کے مطابق کام کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جدید دور کی تحقیق میں اوّلیت تحقیق کے رہنما اصولوں کو دی جاتی ہے جب کہ اُردو میں ابھی اس اصول کو ثانوی درجے سے بھی محروم رکھا گیا ہے(۳)

اس کے علاوہ اُردو تحقیق کی دنیا میں ایک اور بڑے مسئلے کی جانب بھی تبسم کاشمیری ہماری توجہ مرکوز کراتے ہیں جو کہ موضوع کے انتخاب سے متعلق ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ کام اس نوعیت کا ہونا چاہیے کہ محقق اپنے موضوع پر کام کرتے ہوئے نہ صرف تحقیق کی مبادیات سیکھے بلکہ اُس کا ذہنی اُفق بھی وسیع تر ہو سکے۔ جب کہ ہماری دانش گاہوں میں اس کے برعکس غیر اہم، غیر معروف اور غیر ادبی موضوعات پر تحقیق کروائی جاتی ہے۔ تبسم کاشمیری اُردو تحقیق کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ

ہمارے محققین میں وژن کی کمی ہے۔ اس کمی کا بڑا سبب یہ تھا کہ ہمارے محققین اعداد و شمار اور حقائق کو ہی تحقیق قرار دے کر ذہن کے سارے دروازوں کہ محدود کر دیتے تھے۔ تبسم کاشمیری کے نزدیک جب تک نو آموز محقق یا طالب علم مبادیاتِ تحقیق کو جانے بغیر اور برصغیر کی تاریخ، تہذیب، سیاست، سماجیات، عمرانیات، دیومالا، علم البشریات اور فلسفہ و نفسیات کے بنیادی علوم کو پڑھے بغیر تحقیق کرتے رہیں گے تو ان کے یہاں تحقیق کا بلند معیار اور تحقیقی وژن پیدا نہیں ہو سکے گا۔ علاوہ ازیں تبسم کاشمیری مثالیں دے کر اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اُن کے خیال میں تحقیق اور تنقید کی جبری تقسیم اور ان دونوں کو دو مختلف میدان سمجھنے کا سلسلہ بند کر دینا ہی مناسب ہو گا۔ ادب میں اعداد و شمار کی اہمیت اپنی جگہ مگر محض اعداد و شمار کو ہی حقیقی تحقیق سمجھ لینا درست نہیں۔ جب تک اعداد و شمار سے کوئی نقطۂ نظر یا نظریہ نہیں بنایا جاتا، اُس وقت تک ان کی افادیت ظاہر نہیں ہو سکتی۔

تحقیقی مباحث کے عنوان سے تبسم کاشمیری نے تحقیق کے حوالے سے کسی معمولی سے بھی نکتے کو فراموش نہیں ہونے دیا۔ تحقیق سے متعلقہ جو بھی دُشواریاں یا اُلجھنیں ایک محقق کو پیش آ سکتی ہیں، ان سب امور پر تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ ایک محقق کے لیے تنقیدی بصیرت کا حامل ہونے پر بھی بہت زور دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ تبسم کاشمیری بزرگ محققین کے تصورات و نظریات کو صرف دہُرانے پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ جہاں ضروری ہو، وہاں اُن کے نظریاتِ قدیمی سے دلائل و براہین کی روشنی کے ساتھ اختلاف بھی کرتے ہیں اور اپنے نظریات یا تصورات بھی اخذ کرتے ہیں۔ ان نظریات یا تصورات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُن کے خیال میں تحقیق میں نظریہ سب سے آخر میں وجود میں آتا ہے لیکن پہلے سے ایک نظریہ قائم کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کرنا تحقیق کی نفی کرنے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق پہلے سے معلوم حقائق و واقعات کو مرتب کر کے پیش کرنے کا نام نہیں کہ اس میں تو وقت اور سرمائے کا ضیاع ہوتا ہے اور کوئی نئی بات بھی سامنے نہیں آتی۔ دراصل تحقیق نئے حقائق اور نتائج دریافت کرنے کا نام ہے، جس میں تصورات کی نئی تعبیر کی جاتی ہے۔

تحقیق اُتنی ہی معیاری تصور کی جائے گی جتنی اس میں دریافتوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ تبسم کاشمیری تاریخی حوالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ محقق میں اخلاقی جرأت کا ہونا بے حد ضروری ہے تاکہ وہ تعصبات اور تعلقات و مراسم کو الگ رکھ کر پوری دلیری سے حق بات کہہ سکے۔ اگر وہ مصلحتوں، تعلقات یا ذاتی پسند ناپسند کے زیرِ اثر ہو گا تو حق گوئی کی ہمت نہیں کر سکے گا اور علمی دُنیا کو نامکمل اور مصلحت آمیز نتائج پیش کرے گا، جس میں اس کی اخلاقی جرأت کی کمی صاف جھلکے گی۔ قیاسی تحقیق کے اصولوں اور طریقِ کار پر بھی تبسم کاشمیری نے تفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ قیاس کا استعمال محض اُسی حالت میں کیا جاتا ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔ لہٰذا تاریخ ادب کے کسی مرحلے پر جب مواد دستیاب نہیں ہوتا تو اس صورت میں قیاس سے کام لیا جاتا ہے کیوں کہ اس کے بغیر ادبی تاریخ کا تسلسل قائم نہیں رہ سکتا۔ اس ضمن میں اُن کا کہنا ہے کہ محقق منطقی دلائل کی روشنی میں قیاس مرتب کرے، اُس کا قیاس منطقی طور پر جتنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گا، اُتنا ہی قابل قبول سمجھا جائے گا۔ تبسم کاشمیری کا کہنا ہے کہ اُردو کے نئے محققین کا یہ فرض ہے کہ اُردو تحقیق کو حقائق کے اس جبری تشدد سے نجات دلوا کر اسے بصیرت افروزی اور نظریہ سازی کی طرف لے جائیں تاکہ اُردو تحقیق کو جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔ تبسم کاشمیری عملی تحقیق کے اساسی مراحل کی انتہائی باریکی سے تفصیلات بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اُردو ادب کو وژن کی تحقیق کی زیادہ ضرورت ہے، جو کہ ہماری تحقیق کو پرانے فرسُودہ تحقیقی نظام سے نجات دلوا کر اسے ترقی پسند تحقیق بنا سکتی ہے

> ۔ہمارے محققین نے اب تک زیادہ تر حقائق کی تلاش پر ہی انحصار کیا ہے۔بلاشبہ اس کام کی ماضی میں سخت ضرورت تھی اور اب بھی یہ ضرورت تسلیم کی جاتی ہے لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہمارے نئے محقق حقائق کی تلاش سے آگے بھی اپنا دائرہ کار وسیع کریں اور اس دنیا کا جائزہ لیں، جو حقائق سے طلوع ہو سکتی ہے لیکن اس کام کے لیے جدید علوم و فنون کی ضرورت ہے(۴)

تبسم کاشمیری نے "ادبی تحقیق کی اساس: دستاویزی تحقیق" کے عنوان کے تحت ضخیم مقالہ (صفحہ نمبر ۸۰ تا ۱۸۵ بعد ازاں ۷ صفحات پر مشتمل حواشی) میں دستاویزی تحقیق کی تعریف، اس کے خصوصی کردار، اقسام، طریق کار اور جملہ مسائل پر تفصیل سے بحث کرتے ہوئے ادبی تحقیق میں دستاویزی تحقیق کی خصوصی اہمیت پر زور دیا ہے۔سارے مباحث کا نتیجہ یہ نکالا ہے کہ ادبی تحقیق کا دارومدار اسی طریقِ تحقیق پر ہے۔دستاویزی تحقیق مصنف، اُس کے عہد اور دستاویز کے بارے میں تمام ضروری مباحث کا احاطہ کرتی ہے۔اس کی روشنی میں تحقیقی اصولوں پر چل کر محقق درست صورتحال پیش کر سکتا ہے اور یوں دستاویزی تحقیق، ادب کے محققین کے لیے ایک ناگُزیر ضرورت بن جاتی ہے۔

مطالعہ احوال یعنی Case study کے ضمن میں تبسم کاشمیری نے میر تقی میرؔ، شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ، مولانا محمد حسین آزاد، علامہ محمد اقبالؔ اور میر اجی کی مثالیں دے کر ادبی تحقیق میں مطالعہ احوال کے طریق کو برتنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔اُن کا کہنا ہے:

> اُردو تحقیق میں مطالعۂ احوال کا طریقہ ابھی تک کم استعمال کیا گیا ہے۔اُردو کے محققین اس نوعیت کی علمی کام کی طرف توجہ دینا ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ گریز کرتے ہیں۔اُردو کے محققین نے چونکہ ابھی تک تحقیق کے میدان کو بہت محدود سمجھ رکھا ہے، اس لیے وہ مطالعۂ احوال کی طرف توجہ دینا نہیں چاہتے۔وہ تحقیق کو صرف حقائق کی تلاش اور اعداد و شمار کا نام سمجھ بیٹھے ہیں۔اس صورت حال میں مطالعۂ احوال جیسا اہم شعبۂ تحقیق نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔اگر اُردو کے نئے محقق اس شعبے کی طرف توجہ مبذول کریں تو اُردو تحقیق میں بہت مفید اور فکر انگیز کام ہو سکتا ہے۔(۵)

تبسم کاشمیری نے تحقیق میں سروے کی اہمیت اور طریق کار پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی اور اس ضمن میں مختلف سوال ناموں کی مثالیں دے کر نو آموز محققین اور تعلیمی اداروں کے طلبا کی رہنمائی کی ہے۔اسی طرح "انٹرویو / مصاحبہ شخصی تحقیق میں ایک نئی تکنیک کا اضافہ" کے عنوان سے انٹرویو کو سوالنامے سے وسیع دائرہ عمل کی بنا پر زیادہ اہم طریق کار قرار دیا ہے۔ادبی انٹرویوز تاریخِ ادب کے لیے قیمتی مواد کی فراہمی کا بہترین ذریعہ ہیں لہٰذا جدید دور میں انٹرویو حقیقی مصادر میں اہم حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔اس کتاب میں شامل ایک بہت اہم مضمون "حوالہ نگاری کا فن" ہے۔اس حوالے سے تبسم کاشمیری کا کہنا ہے:

> حقیقت یہ ہے کہ جدید اُردو تحقیق حوالہ نگاری کے اعتبار سے شدید انتشار کی حالت میں ہے۔آج اس امر کی ازبس ضرورت ہے کہ اس سے بے قاعدگی اور بے اصولی کی حالت

کو ختم کر کے اُردو میں حوالہ نگاری کی جدید تکنیک کو فروغ دیا جائے تا کہ ہمارے محققین ایک نئے سائنٹیفک طریقے سے حواشی اور کتابیات کو پیش کر سکیں۔(۶)

تبسم کاشمیری نے اسی ضرورت کے پیش نظر اس اہم موضوع پر یہ مقالہ تحریر کیا ہے۔اس باب میں اُنھوں نے حوالہ نگاری میں استعمال کیے جانے والے مصادر کو تکنیکی طور پر درج کرنے کے طریقوں کو پیش کیا ہے۔یہ مضمون یا باب اُن طلبا کے لیے خاص طور پر بے حد مفید ثابت ہو گا جو تحقیقی کام کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اور اُن محققین یا افراد کے لیے بھی، جو حوالہ نگاری کے لیے کسی باقاعدہ نظام کو اختیار کرنے کے خواہشمند ہیں۔

تبسم کاشمیری کا ایک بے حد اہم، مفید اور معلوماتی مقالہ ''رشید حسن خاں اور تحقیق کا کلٹ ''(Cult) ہے۔اس مقالہ میں اُنھوں نے رشید حسن خاں کو دورِ جدید میں اُردو کی نظری اور عملی تحقیق کے باکمال محقق قرار دیتے ہوئے اُن کی تحقیقی و تدوینی خدمات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔اُنھوں نے رشید حسن خاں کے ہاں تحقیق میں پیدا ہونے والے مسائل کی نشاندہی کرتے ہوئے سب سے بڑا مسئلہ اُن کے تحقیقی کلٹ (cult) کو قرار دیا ہے۔رشید حسن خاں جیسے قد آور محقق کی تحقیق کے کلٹ کی نشاندہی تبسم کاشمیری جیسی شخصیت ہی کر سکتی تھی۔اُنھوں نے اس مسئلے کا تجزیہ کرتے ہوئے بیان کیا کہ رشید حسن خاں کی تحقیق کا کلٹ اُن کے تصورِ تحقیق کی پیداوار ہے۔رشید حسن خاں حقائق کی تلاش یا دریافت کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں حالانکہ حقائق کی تلاش مطلق تحقیق نہیں ہے ۔حقائق کی تلاش تو تحقیق کا اولین مرحلہ ہے۔اصل تحقیق تو اس کے بعد شروع ہوتی ہے لیکن رشید حسن خاں حقائق ہی کو سب کچھ کہتے ہیں۔ تبسم کاشمیری تحقیق کے حوالے سے رشید حسن خاں کے نظریے کو محدود اور عالمی معیارات سے بہت دُور قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

> رشید حسن خاں اور ان کے دور کے دیگر محققین کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ حقائق کی تحقیق کو ہی تحقیق سمجھتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بزرگ محققین کی کاوشوں سے حقائق سے وابستہ اعلیٰ درجے کی تحقیق پیدا ہوئی مگر تحقیق کو اعداد و شمار کی تحقیق تک محدود کر دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُردو تحقیق کا دائرہ عمل بے حد محدود ہو گیا۔یہ بزرگ تحقیق میں حقائق سے آگے بڑھ کر بصیرت افروزی اور وژنVision کی منزل تک نہ پہنچ سکے۔(۷)

تبسم کاشمیری نے رشید حسن خاں کی تحقیق کا دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ وہ تحقیق و تنقید کو دو جُداگانہ نظام سمجھ کر ان کے مابین خلیج پیدا کرتے ہیں۔وہ تحقیق اور تنقید کے درمیان کسی ربط یا معنویت کے قائل نہیں ہیں۔اس ضمن میں تبسم کاشمیری نے رشید حسن خاں کے ڈاکٹر جمیل جالبی کی تاریخ ادبِ اُردو پر لکھے گئے اکسٹھ صفحات پر مشتمل تبصرے کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے موقف کی وضاحت کی ہے کہ اس ضخیم تبصرے کا بہ مشکل نصف صفحہ ایسا ہے کہ جسے تاریخ ادب کی تنقید کہا جا سکتا ہے۔اُنھوں نے تبصرہ کرنے سے قبل ادبی تاریخ کو واضح نہیں کیا اور نہ ہی کتاب کے فنی محاسن کی جانب توجہ دی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تاریخ ادب کو تحقیقی حقائق کا مجموعہ سمجھتے تھے۔لہٰذا اُنھوں نے اپنی پوری توجہ حقائق کے اختلافات اور اغلاط پر صرف کر دی تھی۔اُن کے لیے حقائق کی تحقیق ہی اہم تھی اس لیے وہ ادبی تحقیق کے تمام اوصاف کو نظر انداز کرتے ہوئے محض حقائق ہی میں اُلجھے رہ گئے۔یوں تبصرے کا توازن برقرار نہ رہ سکا۔اس حوالے سے تبسم کاشمیری کا نظریہ یہ ہے کہ جدید تحقیق میں تنقید کے بغیر تحقیق کا تصور بھی محال ہے۔ تحقیق کا کام مواد کی

دریافت ہے اور تنقید کا کام اس مواد سے وژن یا بصیرت افروزی پیدا کرنا ہے۔ حقائق کے تجزیے سے کوئی نیا تصور یا کوئی نقطۂ نظر سامنے لانا ہے مگر یہ کام حقائق کی تحقیق نہیں کر سکتی۔ تبسم کاشمیری اس ضمن میں مزید لکھتے ہیں:

> تنقید اور تحقیق دونوں ایک دوسرے کی معاون ثابت ہوتی ہیں اور ان کے اشتراکِ عمل سے ادبی تاریخ کے نئے نئے باب روشن ہوتے ہیں۔ اگر اردو محققین رشید حسن خاں کے نظریہ تک محدود ہو جائیں اور تنقید و تحقیق کے ربط و اشتراک کو رد کر دیں تو پھر اُردو ادب کی تاریخ کیسے لکھی جائے گی۔ متون اور تحقیق کے تجزیے کیسے کیے جا سکیں گے۔ اس نظریے کو لے کر آگے چلنا ہے تو پھر تاریخ ادب کا کام نہ ہو سکے گا۔(۸)

تبسم کاشمیری کے نزدیک جدید تحقیق کا ایک عمل روایتی تحقیق کی مانند حقائق کی دریافت ہے اور دوسرا عمل جدید تحقیق کا ہے یعنی تحقیقی حقائق کی تعبیر۔ حقائق کے اندر سماجیاتی صداقتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اور کسی دانشور محقق کا کام انھیں بیدار کرنا ہوتا ہے۔ اُس کا وژن حقائق کی نئے سرے سے نئی تعبیر پیش کرتا ہے اور وہ، بہت کچھ جو اب تک نامعلوم یا حقیقت سے دُور ہوتا ہے، یہ وژن وہ سارے منظر صاف کر کے دکھا دیتا ہے۔ تحقیق میں حقائق کو مطلق حقائق سمجھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تحقیق کی اگلی منزلوں اور ان حقائق سے دریافت ہونے والے مناظر سے تحقیق کو محروم کر دیا ہے۔ جب کہ جدید تحقیق اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ جدید تحقیق حقائق کی تعبیرات سے تاریخ کے خاموش اور گم گشتہ گوشوں کو از سرِ نو روشنی عطا کرتی ہے اور یوں تاریخ نئے سرے سے سانس لینے لگتی ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی اپنے مضمون ''اردو تحقیق کی فلسفیانہ بنیاد'' میں رقمطراز ہیں:

> اردو میں تحقیق کے نام پر کئی کام غیر ضروری طور پر بھی انجام دیئے گئے ہیں اور کئی اہم کام ادھورے رہ گئے ہیں۔ جہاں تک تحقیقی اثرات کی ضرورت کا تعلق ہے، ان میں سے بہت سے کام شاید ہی ایسی کوئی ضرورت پوری کرتے ہوں۔ بیشتر کام ذاتی رسائی یا خواہش پر انجام پائے، اردو کے مئورخ کو بھی ان کی کم ہی ضرورت پڑے گی۔ مستقبل میں ایسے کام صرف حقیقی ضرورت پر مبنی انجام دیے جائیں تو تدوین و تحقیق کا فرض صحیح معنوں میں ادا ہوتا ہے۔(۹)

اس کے علاوہ تبسم کاشمیری کا کہنا ہے کہ متون کے مواد اور تجزیے سے صرف واقعات اور سنین ہی کو بر آمد نہیں کیا جا سکتا بلکہ کسی مسئلے کے حوالے سے تحقیقی حقائق بھی بر آمد کیے جا سکتے ہیں۔ اس بات کا انحصار منشائے محقق پر ہے کہ اُس کے تجزیے کا اصل مقصد کیا ہے۔ کیا وہ محض مصنف کے سنین دریافت کرنے کے لیے کوشاں ہے، اُس کی دلچسپی کا محور اُس کی زندگی کے حالات و واقعات ہیں یا پھر کسی متن کے تجزیہ سے وہ تحقیقی حقائق تک رسائی کا خواہشمند ہے۔ اس حوالے سے اُنھوں نے اپنی تاریخ نویسی سے مثال پیش کی۔ مولانا محمد حسین آزاد نے آب حیات میں بہادر شاہ ظفر پر یہ الزام لگایا تھا کہ اُن کے کلام کا کثیر حصہ ذوقؔ کا کہا ہوا ہے۔ اس بات کی گونج مدتوں تک ادبی دنیا میں گونجتی رہی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں اپنی کتاب اردو ادب کی تاریخمیں بہادر شاہ ظفر پر کام کرتے ہوئے اُنھیں آزادؔ کے لگائے ہوئے الزام کی حقیقت جاننے کا موقع ملا۔ تبسم کاشمیری نے ذوقؔ اور ظفرؔ کے شعری متون میں اشعار کی خارجی اور داخلی سطحو ں کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا اور دونوں شعرا کے شعری متون کے تقابلی جائزے سے جو تحقیقی نتائج اخذ ہوئے، وہ آزادؔ کے بیان کی نفی

کر رہے تھے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف اعداد و شمار کی تحقیق سے ہی نہیں، متون کے تحقیقی جائزے سے بھی تحقیقی حقائق بر آمد ہو سکتے ہیں۔ رشید حسن خاں نے مطلق حقائق کا جو تحقیقی کلٹ بنایا تھا، اُس کے ذریعے اس قسم کے نتائج کا حصول ممکن نہیں تھا۔

تبسم کاشمیری تحقیق کے ضمن میں جو بھی مسائل یا نئے نظریات بیان کرتے ہیں، اُس کی وضاحت کے لیے باقاعدہ اُردو ادب کی تاریخ اور اس کے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر رائج جدید نظریات اور طریق تحقیق کی مثالیں اور دلائل بھی دیتے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں واقعی بہت خلوص اور عرق ریزی سے انتہائی غور و فکر کے بعد جدید اُردو تحقیق کے جملہ مسائل و مباحث کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اُردو تحقیق کے معیار کی پستی کے اسباب اور بہتری کی تجاویز تحقیقی دیانت داری اور چھان پھٹک کے بعد دی گئی ہیں۔ یہ کتاب نہ صرف درس گاہوں کے پی ایچ۔ڈی کے طالب علموں کے لیے بلکہ ہمارے عہدِ حاضر کے محققین کے لیے بھی بے حد مفید ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تبسم کاشمیری، ادبی تحقیق کے اُصول، لاہور، صریر پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء، ص:۸

۲۔ رشید امجد، ''فلیب''، عملی تحقیق، مرتبین؛ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، محمد ذیشان وکیل، لاہور، پاکستان رائٹرز کوا پرٹیو سوسائٹی، ۲۰۱۸ء

۳۔ ایضاً، ص:۱۰۔۱۱

۴۔ ایضاً، ص:۷۹

۵۔ ایضاً، ص:۲۰۹

۶۔ ایضاً، ص:۲۴۹

۷۔ ایضاً، ص:۲۸۴

۸۔ ایضاً، ص:۲۷۸

۹۔ عطش درانی، ''اردو تحقیق کی فلسفیانہ بنیاد'' مشمولہ؛ عملی تحقیق، مرتبین؛ ڈاکٹر تبسم کاشمیری، محمد ذیشان وکیل، ص:۲۳۰

References in Roman Script:

1. Tabsum Kashmiri, Adbi Tahqeeq Kay Usool, Lahore, Sareer Publications, 2020, p.8.
2. Rashid Amjad,Amli Tahqeeq, (Muratbeen),Dr. Tabsum Kashmiri, Muhammad Zeeshan Wakeel, Lahore, Pakistan Writers Cooperative Society, 2018.Flap
3. Ibid, p:10-11
4. Ibid, p:79
5. Ibid, p:209
6. Ibid, p:249
7 Ibid, p:284
8. Ibid, p:278
9. Attish Durrani, Urdu Tahqeeq Ki Falasfiyana Bunyad,(Mashmola),Amli Tahqeeq, (Muratbeen)Dr. Tabsum Kashmiri, Muhammad Zeeshan Wakeel, p.: 230